تبارک الذی بیدہ الملک وھو علیٰ کل شیءٍ قدیر
بیادگار عید میلاد امامنا سیدنا سید محمد مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام
زبدۃ الملک
اخلاقی ماہوار رسالہ
مذہبی، قومی، اصلاحی
سرپرست
حضرت مولانا الحاج سید مرتضیٰ صاحب مدظلہ
مدیر اعزازی
سید عطاء اللہ صوفی
مدیر مسئول
سید زین العابدین
چندہ سالانہ عہ
مقام اشاعت: دائرۃ الاسلام حسن پٹن علاقہ میسور
فی پرچہ ۲ر

زبدۃ الملک

چمن پٹن

جلد ۱۰ | مورخہ ۱۴ رماہِ رمضان المبارک سنہ ۱۳۵۹ ہجری مطابق ۱۶ رماہ اکتوبر سنہ ۱۹۴۰ء روز چہار شنبہ | نمبر ۷

بہائے کانفرنس

از جناب مولوی سید قاسم صاحب رفیق حیدرآبادی

دو بارہ ہوتی ہے ہمنے سنا ہی کانفرنس　　سمجھ لو اسلئے پہلے کہ کیا ہے کانفرنس

مرض جمود ہے اسکی دوا ہے کانفرنس　　چمن ہے قوم تو گویا فضا ہے کانفرنس

اسی کے چیدہ گل و یاسمن کا ہے مجموع

بنام کانفرنس ہے اُسی کی سمت رجوع

اسی سے سنگ دلوں کے ہیں سینے برماتے　　اسی سے سست ارادوں کے قلب گرماتے

خیال اسی سے ہیں اصلاح حال کے آتے　　اسی سے جگتے ہیں غفلت کی نیند کے ماتے

سبق عمل کا اسی مدرسہ سے ملتا ہے

درختِ وحدتِ قومی اسی سے پھلتا ہے

اسی درخت کی ہر شاخ اتحادِ عمل　　اسی درخت کے ہیں پھول مہر و حسنِ بدل

اسی درخت کے بذل و کرم ہیں شیریں پھل　　اسی درخت کی ہے پیڑ فکر مستقبل

عقیل کرتے ہیں دنیا میں آج کل کی فکر

صحیح کرتے ہیں صحت میں ہر خلل کی فکر

ہے قومی کانفرنس اجتماع قوم کا نام　　ضرور اسکے لئے ہے کہ نامزد ہو مقام

مقام جو ہو وہیں ہے میمنت فرجام　　مقام کوئی بھی ہو ہم کو اپنے کام سے ہے کام

کوئی مقام ہو لازم ہے اجتماع کثیر

ذرا تو بار ہو ہلکا کچھ ایسی ہو تدبیر

ہر اک مقام سے آئینگے شائقین اس کے　　کچھ اک متمنی نہیں ہیں اس کے

شریک پائینگے آرام بایقیں اس کے　　کہ انتظام میں بہتر سے بہتریں اس کے

جمال مرتضوی ہے عطائے ربِ قدیر

ہر ایک کام میں پائینگے اس کی ہم تصویر

یہ نقشِ ثانی سے اول سے خوبتر ہوگا　　مبارک اس کے شریکوں کو یہ سفر ہوگا

خدا نے چاہا تو ہر کام اوج پر ہوگا　　ہر ایک لذائذ سے بہرہ ور ہوگا

مقرروں کی وہ شیوہ بیانی بے رنجی

وہ بلبلانِ خوش الحان کی نواسنجی

غرض یہ کانفرنس ہوگی اک عظیم الشان　　خدا کے فضل و کرم سے کچھ ایسے ہیں سامان

صدارت اس کی ہے جو ہر طرح سے ہے شایان　　سمی خلیل کے دلبند کا بھی ہے نگران

یہ دو سے اس کو لگیں چار چاند عجب کیا ہے

بھلا یہ موقع کہیں بار بار ملتا ہے

رفیق دل سے دعا گوئے کامیابی ہے　　اگرچہ پاس نہیں اس کے جز دعا کوئی شئے

بجائے جاتا ہے ہر چند شاعری کی نے　　پھر اس کی حد بھی ہے آخر کوئی سنے تا کے

زبان و دل میں ہے لیکن دعائے کانفرنس

خدا جو چاہے تو شاید کہ لائے کانفرنس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

زبدۃ الملک

کانفرنس مہدویان ہند نمبر (۱)

نشستِ دوم

۱۷، ۱۸، ۱۹، ذی قعدہ ۱۳۵۹ھ، ۱۷، ۱۸، ۱۹، دسمبر ۱۹۴۰ء

بمقام چن پٹن

جلسۂ انتظامی منعقدہ ۱۲ شعبان ۱۳۵۹ھ

بمقام مہدوی منزل بیگم بازار حیدرآباد

اس جلسے نے یہ طے کیا کہ اس سال کانفرنس کی دوسری نشست چن پٹن ریاست میسور ہی میں ہو۔ گو ہندوستان کے مختلف اقطاع سے دعوتیں آ رہی ہیں۔ مگر کاروبار کی سہولت کے مدنظر اہل چن پٹن کی دعوت کو قبول کیا گیا اور اس کے لئے ۱۷، ۱۸، ۱۹ ڈسمبر اور ذی قعدہ کی تاریخیں مقرر کی گئیں۔ جلسہ نے صدارت کے لئے قائد ملت عالیجناب نواب بہادر یار جنگ بہادر زاد اقبالہٗ کا نام نامی منظور کیا اور ہز ہائنس نواب صاحب پالن پور سے افتتاح کانفرنس کی درخواست کرنا طے پایا۔

سید یوسف تصوّر

نائب معتمد کانفرنس مہدویان ہند

کانفرنس کی پہلی نشست

ماہِ ذی قعدہ ۱۳۵۳ھ عرس امامنا علیہ السلام کے موقع پر جو کانفرنس چن پٹن ریاستِ میسور میں عالیجناب نواب بہادر یار جنگ بہادر کی صدارت میں ہوی تھی۔ وہ قوم کی تاریخ میں ہمیشہ نمایاں طور سے ذکر کی جائے گی۔

پہلی دفعہ اس کانفرنس نے تعلیم یافتہ دنیا کے روبرو اپنے وجود کو پیش کیا اور بتلایا کہ ہم زندہ ہیں پہلی بار قوم کے مختلف مکاتب خیال کو ایک چبوترہ پر جمع کیا اور ان کو متحدہ ترقی اور متحدہ زندگی کے طریقے سمجھائے۔

اس کانفرنس نے قوم کے کان کھول دئے اور اس کو سننے دیکھنے اور سمجھنے کے قابل بنایا۔

اس کانفرنس نے زندہ قوموں کے ڈھنگ قوم کے روبرو پیش کئے اور بتلایا کہ جہالت اندھی تقلید اور بے جا تعصب ہی قوموں کو ہلاک کر دیتے ہیں۔ ہم کو ان سے بچنا چاہیئے۔

غرض اس کانفرنس نے قوم کو جھنجوڑا بیدار کیا۔ زندگی کے طریقے بتلائے اور وہ سب کچھ کیا۔ جس سے اس کی توقع کی جاسکتی تھی۔

کانفرنس مہدویانِ ہند اور تبلیغ مذہب

کانفرنس کے ایک رزولیوشن میں تبلیغ مذہب مہدویہ پر زور دیا گیا تھا۔ اور امامنا علیہ السلام کے عرس دیوم میلاد کو یوم تبلیغ منانے کی قوم سے سفارش کی تھی۔ جس کا جواب قوم نے اس طرح دیا کہ مختلف اداروں نے مذہب و بانیٔ مذہب پر مقالے لکھے۔ مخالفین کے جوابات تیار کئے اور شکوک کو رفع کرنے کے لئے اچھے مضامین شائع کئے۔ یہ وہ طریقے ہیں جس سے قومی برادری کے معلومات بڑھتے ہیں ان کے ایمان پختہ ہوتے ہیں۔ اور اغیار مذہب کی خوبیوں سے واقف ہوکر اس طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

کانفرنس کے بعد سے تمام ہندوستان میں مذہب مہدویہ سے دلچسپی پیدا ہوگئی ہے۔ تحقیق وتجسس کا کام شروع ہوگیا ہے۔ اکثر تعلیمیافتہ حضرات مذہبی معلومات حاصل کرنے کی کوشش میں لگے ہیں اور مذہب قبول کرتے جارہے ہیں۔

کانفرنس نے اپنی ذمہ داری کو بہ احسن طریق پورا کردیا۔ اور قوم نے اس کی دعوت پر عمل ضرور کیا مگر اس طرح نہیں جس کی توقع تھی مگر ضرورت ہے کہ اس سلسلے میں ہر مہدوی فرد دوسرے سے سبقت لیجانے کی کوشش کرے۔ تبلیغ ہی مومن کا فرض ہے۔ اگر کوئی اس کو یاد دلاوے تو فوراً ہم کو اس کی ادائی میں لگ جانا چاہیے۔

ریاستِ میسور اور مہدوی

سلطان حیدر علی اور اس کے قبل کے زمانے سے مہدوی اس ریاست میں آباد رہے ہیں ہر دورِ حکومت میں مہدوی ریاست کے بہی خواہ اور ریاست مہدویوں کی سرپرست رہی ہے سلطان حیدر علی کے زمانے میں مہدوی جن مناصب وعہدوں کے مالک تھے اور خود سلطان سے وہ کتنے قریب تھے۔ تاریخ میسور میں نمایاں ہے۔

انگریزوں نے اپنے دور انتظامی میں بھی مہدویوں سے خاص خاص مراعات کیں جو اوروں کو نصیب نہ ہو سکیں موجودہ ہندو خاندان نے بھی اپنے پیش رو والیان کی طرح اس جماعت کا خاص خیال رکھا اور ہر اس رعایت کو پیش کیا جس کی خواہش کی گئی۔ گذشتہ کانفرنس ہی کو لے لیجئے۔ اس کانفرنس میں حکومت میسور نے اس طرح تعاون کیا جس طرح ایک اچھی حکومت کو اپنی رعایا کے کسی طبقہ کے ساتھ کرنا چاہیئے۔ بلکہ کسی قدر اور آگے بڑھ کر حکومت نے امداد کی۔

تمام سرکاری عمارات فرنیچر اور ملازمین کو کانفرنس کے کاروبار میں سہولت کے لئے پیش کیا ریلوے میں رعایت فرمائی۔ اپنی تمام ریاست کی مصنوعات پیداوار اور معدنیات کی نمائش کا انتظام فرمایا۔

مزید برآں مہاراجہ آنجہانی نے بنفس نفیس شرکت کانفرنس کا قصد ظاہر فرمایا۔ گر مزاج کی ناسازی کی وجہ کانفرنس کو یہ شرف حاصل نہ ہو سکا۔ گر آپ کے وزیر اعظم سر مرزا اسمٰعیل مع القابہ نے مہاراجہ کی نمائندگی فرمائی۔ اس حکومت نے جس طرح اس کانفرنس کی امداد فرمائی اس سے زیادہ کی توقع کسی اور ریاست سے بہت مشکل ہے۔

ہز ہائی نس نواب صاحب پالن پور بالقابہ

نہایت مسرت اور فخر کے ساتھ ہم یہ لکھ رہے ہیں کہ کانفرنس کی اس دوسری نشست کا افتتاح زبدۃ الملک ہز ہائینس نواب صاحب پالن پور کے گرامی ہاتھوں سے ہونے والا ہے۔ نواب صاحب نے از راہِ عنایت صدر کانفرنس نواب بہادر یار جنگ بہادر سے شرکتِ کانفرنس اور رسمِ افتتاح کا وعدہ فرما کر قوم کے قلوب میں نمایاں جگہ پیدا فرمائی ہے۔ آپ کی ذاتِ گرامی قوم کے لئے ہمیشہ باعثِ فخر رہی ہے اور رہے گی۔

قوم کو اس ریاست سے جو عقیدت ہے اس کا بیان مشکل ہے۔ خدا اس ریاست کو ہمیشہ رکھے اور قوم کو اس خاندان سے زیادہ سے زیادہ فائدے ہوں ۱۲
آمین ۱۲

ادارۂ اشاعت اور کانفرنس

کانفرنس کی تحریک اشاعتِ کتبِ مہدویہ و تبلیغ کے مدنظر میں نے تہیہ کر لیا تھا کہ مذہبی معلومات کی اشاعت کافی بڑے پیمانے پر کروں گا۔ اپنی تعلیمی مصروفیات اور دیگر قومی ملکی کاموں سے اتنا وقت نہ بچا سکا کہ اس ارادہ کی تکمیل کر سکوں۔ اب جبکہ مصروفیات کم ہوگئی ہیں۔ یا میں نے اپنی توجہ کو ایک طرف کر لیا ہے اس مقصد کے حصول کے لئے کوشاں ہوں۔ ایک سال کے عرصہ میں حیاتِ امامنا علیہ السلام پر اردو اور گجراتی میں پانچ ہزار جلدیں شائع کر چکا ہوں۔ مہدویہ تعلیمات پر فرائض ولایت اور عقائد مہدویہ کے نام سے پانچہزار رسائل تقسیم کئے گئے ہیں۔ علامہ بحر العلوم کی تصنیف رسالۂ دعا کو میں نے گزر ادارہ ہذا کی جانب سے نہایت دیدہ زیب شائع کیا ہے۔ میں اپنی تمام توجہ اشاعت کتب مہدویہ پر لانے کی پوری کوشش کر رہا ہوں۔ اگر قوم میری جد و جہد سے دلچسپی لیتی رہی تو انشاء اللہ بہت جلد قومی اہم رسائل عوام کے ہاتھوں تک پہنچ جائیں گے۔

میں مذکورہ تمام کتابیں مفت دینے کا اعلان کرتا ہوں جو صاحب منگوائیں انہیں صرف خرچ پوسٹ روانہ کرنا ہوگا۔

شہاب الدّین

معتمد ادارۂ اشاعت

کانفرنس

اور

مہدوی مستورات

پہلی کانفرنس نے عورتوں سے متعلق بہت سے تحریکات منظور کی تھیں
ہم نے دیکھا اس کے بعد سے عام طور سے مہدوی عورات بیدار یا
بیداری کے لئے کوشاں نظر آرہی ہیں زنانہ میلاد مہدی موعودؑ اور میلاد
آنحضرت رسول اللہؐ کے جلسے تو اسی آبادی میں ہونے لگے ہیں۔ اب
اور تحریکات بھی پیدا ہو چلی ہیں۔ مثلاً ایک انجمن بزرگانِ قوم کے مزارات
کی ترمیم کے لئے اچھا کام کر رہی ہے اور کئی زنانہ مدارس مختلف مقامات
پر کام کر رہے ہیں۔

پہلی کانفرنس مہدویانِ ہند سے متاثر ہو کر میں نے تصدیق کی

مبارک تھے وہ سال، مبارک تھے وہ ایام، مبارک تھیں وہ گھڑیاں جبکہ مہدویانِ ہند کا ستارۂ اقبال بامِ عروج پر جگمگانے کو تھا۔ جگمگایا اور اس شان سے جگمگایا کہ دنیا محوِ حیرت ہوگئی۔ یعنی انعقاد کانفرنس مہدویانِ ہند بمقام چن پٹن ریاست میسور عمل میں آیا۔ جو نہایت اعلیٰ پیمانہ پر تھا۔ اور کامیاب ثابت ہوا۔ اس کے فوائد سے ہر مہدوی بخوبی واقف ہے۔ اس کانفرنس کے دستور العمل کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر پوری طرح سے جیسا کہ دستور العمل پاس کیا گیا عمل ہوتا تو دنیا دیکھتی۔ آج یہ قوم کہاں رہتی بہر حال جو کچھ ہوا غنیمت ہے نہ ہونے سے ہونا بہتر ہے۔ اتنا تو ضرور ہوا کہ مہدویوں کے نام سے چار دانگ ہندوستان پھر ایک بار چونک اٹھا۔ وہ سمجھنے لگے کہ اب بھی مہدویوں میں باوجود دائمی تباہیوں کے حیات باقی ہے۔ اس سے بڑھ کر کوئی مہدوی اور کیا فائدہ چاہتا ہے۔ علاوہ ازیں اور بہت سے فائدے ہوئے ہیں جو اس کانفرنس کے بغیر وجود میں نہ آسکتے تھے۔

سب سے بڑا فائدہ جو ہوا ہے وہ مجھے ہوا ہے اور وہ شرفِ تصدیق مہدی موعودؑ ہے۔ وہ کون ہے جو ابو الکلام آزاد کے نام سے واقف نہیں۔ یہ وہ عالم مدبر ہے اور ایسا سیاست دان ہے کہ تمام ہندوستان جس کا لوہا مانتا ہے کیا ہندو، کیا مسلمان۔ دونوں اس کے شیدائی نظر آتے ہیں۔ آج مولانا مذکور کانگریس کے صدر ہیں۔ جو تمام تر ہندو ارکان پر مشتمل ہے اور گاندھی جیسا مدبر انسان بھی اسی کانگریس کا ایک رکن ہے۔ ان کی تصانیف دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مہدوی ہیں۔ حالانکہ مہدوی نہیں ہیں لیکن یہ چیز ان کی بے تعصبی پر دلالت کرتی ہے۔ آج سے چند سال پہلے وہ مذہبِ مہدویہ کی تحقیق کرنے بمقام ایلچپور تشریف لے گئے تھے جو علاقۂ برار کا قدیم پایۂ تخت ہے۔ اور وہاں تھوڑی بہت مہدوی آبادی بھی ہے۔ اتفاق سے ایک مرشد صاحب قبلہ سے ملاقات ہوئی لیکن مولانا نے صاحبِ موصوف کو وہ مہدوی نہیں پایا۔ جیسا کہ انہوں نے تاریخ ماضی کے مطالعہ سے نتیجہ نکالا تھا۔ غرض تھوڑی بہت گفتگو کرنے کے بعد مولانا واپس چلے گئے اور واپس نہ آئے۔

انہی ایام میں کچھ تفاوت سے میں نے کانفرنس مہدویانِ ہند کے بڑے بڑے عالیشان دیدہ زیب پوسٹرس دیکھے تو خیال ہوا کہ یہ مہدویانِ ہند کون ہیں کیا ہیں۔ کہیں قادیانیوں کے مخالف تو نہیں ہیں۔ کیونکہ ہمارے ہاں مہدویوں کو رفضی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ لیکن مولوی سید اسد اللہ صاحب مرحوم ابن حضرت سید میراں صاحب قبلہ اہلِ برار جو میرے استاد بھی رہ چکے ہیں تفصیلاً مہدویوں کے متعلق عام غلط فہمیوں

تھیں
سے مطلع کیا اور سمجھایا کہ یہ محض بعید از حقیقت اور بے بنیاد باتیں ہیں جو مہدویوں کے متعلق نام نہاد مولویوں نے پھیلا رکھی ہیں۔

مجھے بچپن ہی سے مذہب سے ایک خاص انس تھا اور بحیثیت حنفی المذہب ہونے کے منتظر مہدی موعودؑ بھی تھا۔ غرض مجھے شوق پیدا ہوا کہ کچھ تحقیق کروں تاکہ دل میں پیدا شدہ شبہات رفع ہو جائیں۔ شوقِ علم اور تحقیق مذہب میں وطن کو خیرباد کہا اور حیدرآباد کا رخ کیا۔ اور بغیر اذن والدین چلا آیا۔ کیونکہ وسیع الخاندان ہوں ہرگز اجازت نہ مل سکتی تھی۔

میرے آباء و اجداد شہنشاہِ اورنگ زیب عالمگیر کے زمانے میں سرزمینِ عرب سے تشریف لائے تھے اور اورنگ زیب عالمگیر کی عطا کردہ قضاۃ اور اراضیات اب بھی موجود ہیں اس وقت میرے ماموں برسر قضاۃ ہیں۔ جن کی قضاۃ چھتیس ۳۶ مختلف گاؤں اور قریوں پر مشتمل ہے۔ جن کا نام نامی قاضی غوث الدین فاروقی ہے۔ اور شجرۂ نسب میرے حقیقی چچا مولوی سراج الدین فاروقی صدر مدرس مدرسہ فوقانیہ کھولاپور (علاقہ برار) کے پاس محفوظ ہے۔ اور اس کا سلسلہ سیدنا حضرت عمر فاروق اعظمؓ سے ملتا ہے۔ مجھے خاندانیت جتلانا مقصود نہیں ہے کیونکہ یہ اسلامی اصول کے منافی ہے۔ بقول سعدیؒ

پسر نوح با بداں بنشست — خاندان نبوتش گم شد
سگ اصحاب کہف روزے چند — پے نیکاں گرفت مردم شد

غرض یہ کہ میں واردِ حیدرآباد ہوا متعدد مقامات پر قیام کرنے کا اتفاق ہوا۔ جیسے مہدویہ کلب مشیرآباد۔ اور مدرسہ شمسیہ چنچلگوڑہ اور دیوڑھی نواب بہادر یار جنگ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

مسلسل ڈھائی سال تک مذہبی کتب کا مطالعہ اور بحث مباحث مختلف عنوانوں پر متعدد مرتبہ ہوتے رہے۔ حتیٰ کہ تمام شکوک و شبہات جاتے رہے۔ ۱۹۳۷ء میں شرفِ تصدیق مہدی موعود علیہ السلام نصیب ہوا۔

اگر کانفرنس نہ ہوتی اور میں وہ پوسٹر نہ دیکھتا اور مجھے مہدویوں کے متعلق کچھ علم نہ ہوتا تو کیا آج میں اس نعمت غیر مترقبہ سے مستفید ہو سکتا تھا۔ نہیں —— ہرگز نہیں

اب وہ زمانہ نہیں رہا جبکہ مہدویوں کا زہد و تقویٰ چار دانگِ عالم میں مشہور تھا۔ اور لوگ جوق در جوق کھچے چلے آتے تھے اب وہ مہدوی نظر نہیں آتے اگر ہیں تو انہوں نے خود کو اس قدر نامعلوم رکھا ہے کہ کوئی ان سے مستفید نہیں ہو سکتا۔ اب تو زمانہ ظاہر ہونے علی الاعلان اور دھڑلے سے مہدویت کو جتلانے کا ہے۔

مبارک ہیں وہ ہستیاں جنہوں نے کانفرنس کی بنیاد ڈالی اور اہلِ عالم کو جتلایا بتلایا! دکھلایا کہ ہم اب بھی اسی آن بان شان کے ساتھ زندہ ہیں۔ کوئی طاقت ہمیں صفحہ دنیا سے نہیں مٹا سکتی۔ بقول مہدی ہمام علیہ السلام۔ ؎

مہدوی و مہدویاں تا قیامت باقی باشند

اب سنا جا رہا ہے کہ عنقریب یعنی ماہِ ذی قعدہ ۱۳۵۹ھ میں ایک کانفرنس مہدویانِ ہند کی ریاستِ میسور بمقام چن پٹن میں

آنے والی ہے۔

مجھے امید ہے کہ تمام مہدوی بھائی اس کانفرنس میں جوق در جوق حصہ لیکر اسے کامیاب بنائینگے۔

میں نے سنا ہے کہ گذشتہ کانفرنس کے موقع پر بہت سے اعتراضات ہوئے تھے اور مخالفتیں بھی ہوئی تھیں۔ اس کا کوئی خیال نہ کریں کیونکہ یہ پرانی بات ہے۔ تاریخ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بڑے بڑے مدبرین اور پیغمبروں پر بھی اعتراضات کئے گئے۔ باوجود اس کے وہ کامیاب ہوئے۔ ہر چیز کی ضد اور کام کی مخالفت ہونا ضروری ہے۔ اور یہی مخالفت اور ضد کامیابی کا باعث بنتی ہے ان تمام چیزوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہر مہدوی کا فرض ہے کہ کانفرنس کو زیادہ سے زیادہ کامیاب بنانے کے لئے امکانی کوشش کرے اور ایسے وقت اپنی سستی پستی اور غفلت کا ثبوت نہ دیں۔ امید کہ ایسا ہی ہوگا۔

غیاث الدین فاروقی (فاضل پنجاب یونیورسٹی) طالبعلم مدرسہ شرعیہ!

بدگمانی

رجب کے رسالے والے مضمون "پس پردہ یا آنکھ کھلنے کے بعد" کے متعلق اکثر مقامی اور اہل حیدرآباد حضرات ہم سے دریافت فرماتے ہیں کہ یہ مضمون کس نے لکھا ہے نام بتائیے! ورنہ سمجھا جائیگا کہ بالضرور یہ ادارہ کی جانب سے ہی لکھا گیا ہے!! اس کے ساتھ برہمی کا اظہار بھی کیا گیا ہے۔

جواباً عرض ہے کہ واللہ ادارہ نے تو یہ مضمون ہرگز نہیں لکھا ہے۔ اور لکھتا کیونکر؟ رسالے کے مقاصد واغراض کے یہ منافی ہے۔ اس حقیقت کو اہل بصیرت حضرات نے عنوان کے تحت ہمارے نوٹ :۔ "مضمون نگار سے ادارت کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے" کو پڑھکر فیصلہ کرلیا ہوگا۔ کہ یہ مضمون نہ تو ادارہ کا ہے اور نہ ہی ادارہ اس سے متفق ہے۔ پھر سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ ایسی حالت میں یہ مضمون چھاپا کیوں گیا؟ بیشک ہم کو اس قسم کے مضامین کی اشاعت سے گریز کرنا چاہیئے!! ہم نے مضمون کو سرسری دیکھکر چونکہ تاریخ اشاعت بالکل قریب تھی بلا سوچے بچارے مطبع کو بھیجدیا۔

مضمون نگار کون ہیں ہم نہیں جانتے۔ البتہ مضمون روانہ کرنیوالے دوسرے صاحب ہیں۔ ان کا نام بھی ظاہر کرنا اس موقع پر ادارہ غیر مصلحت سمجھتا ہے۔ کیونکہ یہ بھی بکھیڑے سے خالی نہیں ہے۔ غرضیکہ پھر ہم مستغفر ہیں اور مضمون زیر بحث کے مثالیہ حضرات سے معذرت خواہ ہیں کہ العذر عند کرام الناس مقبول۔

مضمون نگار حضرات سے ہماری عاجزانہ درخواست ہے کہ آئندہ اس قسم کے دل آزار مضامین سے احتراز فرمائیں!! کیوں خواہ مخواہ غریب رسالے کو مشکلات میں پھنسایا جاتا ہے۔ اس قسم کے مضامین سے فائدہ کچھ نہ ہوگا بلکہ نقصان سو فیصدی یقینی ہے۔ اصلاحی مضامین کا طرز نگارش ایسا ہرگز نہ ہونا چاہیئے!! اس موقع پر حضرت استاد ملا مرشمس صاحب طاب ثراہ کا حکیمانہ و فلسفیانہ جواہر ریز شعر یاد آتا ہے:۔ "پندرا از شعلۂ آتش زبانی دور دار :: دانۂ بریاں اگر کاری کجا بار آورد"۔

ہمنے یہ چھوٹا سا مضمون اس لئے شائع کردیا کہ ادارہ پر بدگمانی کرنیوالے متعدد حضرات واحباب وحضرات کی بدگمانی دُور ہوجائے "اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ" اور مضامین نگار محترم حضرات فیصلہ فرمائیں کہ کس قسم کے مضامین مفید اور کس قسم کے مضامین خواص عوام کے دل ودماغ پر بری طرح اثر انداز ہوتے ہیں اور ان کے کیسے مسموم نتائج نکلتے ہیں۔ اُمید کہ اہل قلم حضرات ہماری التماس پر توجہ مبذول فرمائینگے۔ اور ہماری اداری ذمہ داری کا خیال رکھینگے

"ادارہ"

جلسہ بڑودہ (متعلق کانفرنس مہدویانِ ہند)

۱۷ ار تاریخ ماہ شعبان المعظم ۱۳۵۹ھ کو کانفرنس مہدویانِ ہند کے اجلاس وصدارت کے متعلق غور کرنے کیلئے مہدویانِ بڑودہ کی ایک مجلس بصدارت حضرت مولانا سید مرتضیٰ صاحب بذریعہ اشتہار اردو وگجراتی جامع مسجد مہدویہ بڑودہ میں طلب کی گئی۔ سرپرست معاونین وارکانِ کانفرنس نے شرکت کی تھی۔ سب کی رائے یہ ہوئی کہ کانفرنس اس سال بڑودہ میں منعقد کی جائے لیکن حضرت مولانا سید مرتضیٰ صاحب صدرِ مجلس کی رائے سے آخر میں یہ طے کیا کہ اس سال کانفرنس چن پٹن میں ہو۔ اور صدارت نواب بہادر یار جنگ کی رہے

سید نجم الدین ابن مولانا سید مرتضیٰ صاحب عفی عنہما

نائب معتمد کانفرنس مہدویانِ ہند

ڈبھوئی میں ایک مجلس

۴ ر رمضان المبارک کو محمدیہ منزل میں بصدارت حضرت مولانا سید مرتضیٰ صاحب منعقد ہوی۔ جس میں سرپرست ومعاونین ارکانِ کانفرنس موجود تھے اتفاق رائے سے مقام چن پٹن و صدارت نواب بہادر یار جنگ بہادر منظور کی گئی۔

فقیر سید اشرف یداللہی

نائب معتمد کانفرنس۔ مہدویانِ ہند

ڈبھوئی

مجلسِ عرس حضرت سیدنا ثانی مہدی رضی اللہ عنہ

حضرت امامنا صدیق اکبر سید محمود ثانی مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بہرۂ عام کے ایک روز قبل شب میں اور بہرۂ عام کی شب ڈبھوئی محمدیہ منزل میں مولانا سید مرتضیٰ صاحب نے حضرت امامنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات وفضائل تفصیل سے بیان کئے۔ ناریزہ وشیرنی تقسیم کی گئی۔

شب عرس مبارک میں بھی آنحضرت کے حالات و واقعہ شہادت مفصل طور پر بیان کیا اور آپکی شانِ والا شان میں متعدد نظمیں پڑھی گئیں۔ شیرنی وشربت سے حاضرین کی ضیافت کی گئی۔ روشنی کا خاصا انتظام تھا۔

محمد ابراہیم بھائی۔ قدیم طالب العلم مدرسہ شمسیہ

بڑودہ میں مجلسِ عرس شریف

بڑودہ میں حضرت امامنا صدیق اکبر سیدنا محمود ثانی مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہرۂ عام وعرس کی مجالس از حد شاندار رہیں۔ شیرنی وناریزہ تقسیم کیا گیا۔ مولانا مولوی سید نجم الدین صاحب فرزند رشید مولانا مولوی سید مرتضیٰ صاحب نے حضرت ثانی مہدی موعود علیہ السلام کے حالات وفضائل بیان فرمائے۔

عالم شیر خان۔ بی اے از بڑودہ

احکامِ رمضان المبارک

روزوں کی عظمت و فضیلت

روزہ انقیاد اطاعت اور رضا و تسلیم کی ایک مکمل تصویر ہے۔ تمام عبادتوں میں روزوں کے لئے ایک مخصوص نوعیت کا اجر اور خاص انداز کی فضیلت دی گئی ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل عمل ابن آدم یضاعف الحسنۃ الی عشرۃ امثالھا الی سبعۃ مائۃ ضعفٍ قال اللہ عز وجل الا الصوم فانہ لی وانا اجزی بہ یدع شھوتہ وطعامہ من اجلی للصائم فرحتان فرحۃ عند فطرہ وفرحۃ عند لقاء ربہ ولخلوف فم الصائم اطیب عند اللہ من ریح المسک یعنے انسان کے عمل صالح کا اجر و ثواب اس طرح بڑھتا ہے کہ ایک نیکی کی جگہ دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ پھر اسی تعداد کے مطابق ثواب ملتا ہے۔ یہاں تک کہ بعض نیکیوں کی قوت مراتب اخلاص کے اعتبار سے اس قدر ہوتی ہے کہ ایک نیکی کے بدلے سات سو نیکیوں کا اجر ملتا ہے۔ لیکن روزے کی عظمت۔ پاکی اور برگزیدگی کا یہ حال ہے۔ کہ ربّ العزت کی طرف سے اعلان عام ہے۔ روزہ خاص میرے لئے ہے۔ میں ہی اس کی جزا دونگا روزہ دار اپنی خواہشات و شہوات کو محض میرے لئے ترک کرتا ہے روزہ رکھنے والے کے لئے دو وقتوں میں خاص قسم کی فرحت و سرور ہے۔ افطار کے وقت اور ملاقاتِ پروردگار کے وقت۔ اور روزہ دار کے منہ کے بدلی ہوئی خوشبو بارگاہِ خداوندی میں مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پاکیزہ ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ روزہ دار کے سامنے جب دوسرے لوگ کھاتے پیتے ہیں تو روزہ دار پر اللہ کے درود سلام بھیجتے ہیں اور اس کے لئے استغفار کرتے ہیں اور اس کا جوڑ جوڑ ہڈی ہڈی تسبیح و تقدیس الٰہی میں مشغول ہوجاتا ہے۔

روزے میں نیّت کی ضرورت کا بیان

روزے میں نیت شرط ہے (نیت کے معنی دل کے ارادہ کے ہیں) اگر روزہ کا ارادہ نہ کیا اور تمام دن بغیر کچھ کھائے پئے گذار دیا تو روزہ نہ ہوگا۔ رمضان کے روزے کی نیت آدھے دن شرعی تک کرسکتا ہے۔ یعنے تقریباً ساڑھے گیارہ بجے تک۔ اس کے بعد کی نیت معتبر نہیں زبان سے نیت کرنا ضروری نہیں ہے۔ تاہم بہتر اور مستحب ہے کہ سحری کھا کر اس طرح نیت کر لیا کرے (بِصَوْمِ غَدٍ نَوَیْتُ مِنْ شَھْرِ رَمَضَانَ) بعض لوگوں کا یہ خیال کہ نیت کے بعد کھانا پینا درست نہیں۔ بالکل غلط ہے۔ صبح صادق ہونے سے پہلے کھانا پینا وغیرہ سب درست ہے، نیت کی ہو یا نہ کی ہو۔

ان باتوں کا بیان جن سے روزہ نہیں جاتا

بھولے سے کھانا پینا روزہ کو نہیں توڑتا۔ بلا اختیار حلق میں

گرد و غبار یا مکھی مچھر چلے جانے سے روزہ نہیں جاتا، آٹا پیسنے والے اور تمباکو کوٹنے والے کے حلق میں جو آٹا وغیرہ اڑ کر چلا جاتا ہے اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا. کان میں پانی چلا جائے یا خود بخود قے ہو جائے. خواب میں غسل کی ضرورت ہو جائے یا خود قے آکر لوٹ جائے. ان سب باتوں سے روزہ میں کوئی خرابی نہیں ہوتی. آنکھ میں دوا ڈالنے سے خوشبو وغیرہ سونگھنے سے روزہ میں کچھ خلل نہیں آتا. بلغم نگل جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا. اگر قصداً قے کی مگر تھوڑی سی (منہ بھر سے کم) تو روزہ نہیں جاتا. تھوڑی سی قے آئی اور قصداً لوٹا کر نگل گیا. تو اس میں اختلاف ہے. صحیح یہی ہے کہ اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا. اگر کوئی روزہ میں کچھ کھا پی رہا ہے اور قوی تندرست ہے، تو اس کو یاد دلانا ضروری ہے. اگر ضعیف ناتوان ہے، تو نہ یاد دلانا بہتر ہے. اگر مسواک وغیرہ کرنے سے دانتوں سے خون نکلے لیکن حلق میں نہ جائے تو روزہ میں فرق نہیں. اگر دانتوں میں غذا کا کوئی حصہ باقی رہ گیا اور وہ چنے کی مقدار سے بھی کم ہے. روزہ دار نے اس کو چبا لیا. تو اس سے روزہ میں کچھ خرابی نہ آئیگی

اگر خواب میں یا شب میں صحبت کرنے سے غسل کی ضرورت ہوئی اور صبح صادق ہونے سے پہلے غسل نہیں کیا تو روزہ میں خلل نہیں آتا.

جن باتوں سے قضا واجب ہوتی ہے

کان میں یا ناک میں دوا ڈالنا. قصداً منہ بھر قے کرنا. منہ بھر قے آئی تھی، اس کو نگل جانا کلی کرتے ہوئے حلق میں پانی چلا جانا یہ سب چیزیں روزہ توڑنے والی ہیں. مگر صرف قضا واجب ہوگی رات کے خیال میں صبح صادق کے بعد سحری کھالی تو اس روزہ کی قضا واجب ہوگی. دن باقی تھا غلطی سے یہ سمجھکر آفتاب غروب ہوگیا روزہ افطار کرلیا تو صرف قضا واجب ہوگی کفارہ نہیں.

جان بوجھکر صحبت کرنیسے اور کھانے پینے سے روزہ جاتا رہتا ہے. قضا بھی آتی ہے اور کفارہ بھی. کفارہ یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کیا جائے اس کی طاقت نہو متواتر ساٹھ روزے رکھنا اس کی بھی مقدرت نہو تو ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت کھانا کھلانا (مفصل حال کسی معتمد مفتی سے دریافت کرو)

جن چیزوں سے روزہ مکروہ ہوتا ہے

اور جن چیزوں سے روزہ مکروہ نہیں ہوتا

بلا ضرورت کسی شئی کو چبانا یا نمک وغیرہ کا ذائقہ دیکھکر تھوک دینا مکروہ ہے. قصداً منہ میں تھوک اکٹھا کرکے نگل جانا مکروہ ہے، تمام دن ناپاک رہنا سخت گناہ ہے اور اس سے روزہ مکروہ ہو جاتا ہے فصد کرانا پچھنے لگوانا روزہ میں مکروہ ہے. غیبت، بدگوئی، لڑائی جھگڑا روزہ کو مکروہ کردیتے ہیں. ارشاد نبوی ہے کہ روزہ دوزخ کی سپر (ڈھال) ہے. جب تک روزہ دار ہی اس کے ٹکڑے نہ کرے. صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلعم روزے کے ٹکڑے کس چیز سے ہو جاتے ہیں. ارشاد ہوا. جھوٹ، غیبت فحش گوئی. اور جھگڑوں سے. دوسری حدیث ہے کہ جس نے روزے میں بدگوئی، غیبت، جھوٹ سے اجتناب نہ کیا اللہ تعالیٰ کو اس کے بھوکے پیاسے رہنے کی ضرورت نہیں. مسواک کرنا مکروہ نہیں. آنکھ میں دوا ڈالنا مکروہ نہیں.

سحری کی فضیلت

روزے کے لئے سحر کھانا مسنون اور باعث ثواب ہے. رسول مقبول

سے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ سحر کھایا کرو جس میں بڑی برکت ہوتی ہے۔ یہ ضرور نہیں کہ خوب پیٹ بھر کر کھائے بلکہ ایک یا دو لقمے چھوارے کا ٹکڑا اور دو چار چنے چبا لیگا تب بھی سنت کا ثواب حاصل ہو جائیگا افضل و بہتر یہ ہے کہ رات کے آخری حصے میں صبح صادق ہونے سے ذرا پہلے کھائے اگر صبح ہو گئی اور گمانِ غالب یہ ہو کہ صبح صادق ہو گئی تو سحر نہ کھانا چاہئے اور اگر گمانِ غالب رات کا ہو تو کھائے پھر اگر کسی طرح معلوم ہوا کہ فی الحقیقت صبح ہو گئی تو شام تک رُکنا اور پھر قضا کرنا لازم ہے۔ اور اگر کسی مُرغ نے یا مؤذن نے صبح صادق سے پہلے اذان دیدی تو سحر کھانے کی ممانعت نہیں جب تک کہ صبح صادق نہ ہو جائے۔ بلا تکلف کھاؤ پیو۔

روزہ افطار کرنے کا بیان

آفتاب غروب ہو جانے کے بعد افطار میں دیر نہ کرنی چاہیئے۔ البتہ جس روز ابر ہو احتیاط کے لئے ذرا دیر کرنا بہتر ہے۔ خرما یا کھجور سے افطار کرنا مسنون اور باعث ثواب ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو پانی بہتر ہے آگ کی پکی ہوئی چیز مثلاً روٹی، چاول، شیرنی سے افطار کرنے سے روزے میں ہرگز کراہت اور نقصان نہیں آتا۔ البتہ بہتر یہ ہے کہ کوئی پھل وغیرہ دوسری چیز ہو اور خرما و کھجور سب سے افضل ہے اگر دوسرے کی دی ہوئی چیز سے روزہ افطار کرو گے تو تمہارا ثواب ہرگز کم نہ ہوگا۔ اس کو اللہ تعالیٰ اپنے پاس سے ثواب عطا فرمائیگا تو پھر اس کو واپس کر کے کیوں بخیل کہلاتے ہو۔ البتہ یہ کہ مال حرام یا مشتبہ ہو تو ہرگز قبول نہ کرو۔ اگر روزہ افطار کرنے اور کھانے پینے کی وجہ سے مغرب کی نماز و جماعت میں دس بارہ منٹ کی دیر کر دی جائے۔ تو کچھ مضائقہ نہیں۔ اور افطار کرنے سے پہلے یہ مختصر دعا کافی ہے۔ اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ اور افطار کر نیکے بعد یہ دعا ذَھَبَ الظَّمَاُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی۔

صدقۃ الفطر کا بیان

صدقۃ الفطر عید کی صبح صادق طلوع ہوتے ہی واجب ہو جاتا ہے صدقۃ الفطر اس شخص پر واجب ہے جو حوائج اصلیہ کے علاوہ ساڑھے باون تولہ چاندی کا یا اتنے سامان کا مالک ہو جسکی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کے برابر ہو جس طرح زکوٰۃ میں نصاب پر سال گذرنا اور مال کا نامی ہونا شرط ہے۔ صدقۃ الفطر کے لئے یہ شرط نہیں ضرورت اصلیہ کے سوائے کسی قسم کا مال ہو (اس پر سال گذرا ہو یا نہ گذرا ہو) اگر نصاب کی مقدار کو پہنچتا ہے تو صدقۃ الفطر کا ادا کرنا واجب ہے۔ صدقۃ الفطر اپنی طرف سے اور اپنے غریب چھوٹے بچوں کی طرف سے ادا کرنا ضروری ہے۔ بیوی اور جوان اولاد کو اپنا صدقۃ الفطر خود ادا کرنا چاہئے۔ شوہر اور باپ کے ذمّہ اسکی ادائیگی ضروری نہیں۔ ادا کر دے تو ادا ہو جائیگا۔ صدقۃ الفطر کی مقدار انگریزی وزن سے پونے دو سیر گیہوں ہے۔ جَو وغیرہ دے تو ساڑھے تین سیر ہے۔ اسکا اختیار ہے کہ غلّہ دیدے یا قیمت۔ قیمت دینا بہتر اور افضل ہے۔ بہتر یہ ہے کہ عیدگاہ جانے سے پہلے صدقۃ الفطر ادا کرے۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ روزہ دار کا روزہ زمین و آسمان کے درمیان معلق رہتا ہے جبتک صدقۃ الفطر ادا نہیں کر دیتا۔ عید کی نماز سے پہلے نہ دیا ہو تو نماز کے بعد فوراً ادا کر دے۔ کسی شخص نے عید سے پہلے رمضان ہی میں یا رمضان سے قبل ادا کر دیا تب بھی درست ہے۔ اور فطرہ ادا ہو جاتا ہے ایک صدقہ فطر کئی آدمیوں کو اور کئی صدقات ایک آدمی کو دئے جا سکتے ہیں۔ صدقۂ فطر دونوں صورتوں میں ادا ہو جاتا ہے۔ (ماخوذ)

زکوٰۃ اور اُس کے فوائد

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو گذرے تقریبًا بارہ سو سال ہو چکے تھے اور انجیل نازل ہوئے بھی چھ سو سال سے زائد کا عرصہ گزر چکا تھا۔ ان مقدس نوشتوں کی تعلیم پہلے ہی مفقود ہو چکی تھی۔ ہوس پرست علمائے الفاظ و معانی میں اسدرجہ تحریف و تاویل کردی کہ ان کے تقدس کا کوئی نشان بھی باقی نہ رہا۔ صحیح رہنمائی کے اسباب محض ناپید تھے۔ دنیا تشنۂ ہدایت تھی۔ انسان کی زندگی اسکے لئے بلائے جان تھی۔ فتنہ وفساد تھے۔ خونریزیاں تھیں۔ بے التفاتیاں تھیں اور سنگدلیاں۔ غرضیکہ انسان وحشت اور بربریت کا پورا مجسمہ تھا۔ اپنے پرائے کی کوئی تمیز نہ تھی۔ جو امیر ہوتا اُسے دوسرے غریب بھائیوں سے کوئی شفقت نہ ہوتی۔ بلکہ وہ انہیں ڈھور مویشیوں کی طرح سمجھتا۔ ان پر طرح طرح کے مظالم روا رکھتا۔ جو غریب ہوتے اور یہ سمجھتے کہ شاید وہ پیدا ہی غلام ہوئے تھے اور انہیں غلامی ہی کی حالت میں مرنا ہے آزادی سے اس درجہ مایوس ہو چکے تھے کہ اب انہیں اسکی مطلق آرزو ہی پیدا نہ ہوتی۔ وہ یہ سمجھتے کہ صرف یہ خداوندان نعمت جو ان کے آقا و مولا ہیں عیش و عشرت کی زندگی گذارنے کا حق رکھتے ہیں۔ اور ہم صرف ان کی غلامی کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔ الحاصل معدودے چند ہستیاں جو سازگار زمانہ سے دولت و ثروت حاصل کرلیتیں وہ اپنے سوا باقی بے شمار انسان کو ڈھور مویشیوں کا گلہ سمجھتیں۔ غور تو کرو یہ کتنا زہرہ گداز منظر تھا کہ ایک انسان اپنے جیسے انسان کو جو اس جیسی شکل و شباہت رکھتا ہو اس جیسے دو کان دو آنکھیں دو ہاتھ دو پاؤں، ایک ناک اور ایک مُنہ رکھتا ہو ایسا ذلیل اور بے عزت سمجھے کہ اس سے گھوڑے، گدھے، بیل اور بھینسے کا کام لے اور کتنی شرمناک ہے یہ بات کہ کوئی شخص انسان ہو کر کسی دوسرے انسان کے سامنے اس قدر ذلیل و خوار اور اس قدر بے غیرت اور بے شرم ہو جائے کہ اپنے ضمیر کو فنا کرکے جانوروں کی سی زندگی گذارنے پر قانع ہو اور اسے کبھی یہ خیال پیدا نہ ہو، مجھے ایسے ظالم کے پنجۂ استبداد سے نکل کر جلد از جلد باعزت و وقار آزادانہ زندگی گذارنے کی کوشش کرنا چاہیئے۔

جب ظلم وعصیان اور جور و استبداد کی کوئی حد نہ رہی اور مظلوم انسان کا کوئی حامی نہ رہا تو خدائے قدوس نے اس وحشت و بربریت اور ظلم و تعدی کا سلسلہ ہمیشہ کے لئے یکسر ختم کرکے غیر متزلزل بناؤں پر مساواتِ انسانی کو قائم کردینا چاہا اور سرور کونین محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو اس عظیم الشان کام کے لئے مامور فرمایا۔ دنیا کی ہدایت کے لئے قرآن پاک کو نازل کیا اور حکم دیا۔

یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیك من ربك وان لم تفعل فما بلغت رسالته والله یعصمك من الناس۔

کہ اے رسول جو احکام تجھ پر نازل کئے گئے ہیں وہ لوگوں تک اسی طرح پہنچا دے اور اگر تو نے کوئی کوتاہی کی تو تجھ پر فرض منصبی میں تساہل کا جرم عائد ہوگا (باقی رہا لوگوں کا ڈر) تو تجھے ان سے مطلق ڈرنا نہیں چاہئے کیونکہ تمہاری حفاظت کے

اس وقت جو دولتمند ہوتا حد سے زیادہ ہوتا اور جو غریب ہوتا وہ اتنا غریب کہ الامان۔ یہ مرض شروع سے چلا آتا تھا اور اس کا کوئی موثر حل اب تک نہ معلوم ہو سکا تھا۔ اسلام چاہتا تھا کہ ایک ایسی مساواتِ انسانی قائم ہو کہ دنیا میں کوئی شخص اتنا غریب نہ ہے کہ دوسرے اُسے لونڈی غلام بنا کر رکھیں یا وہ اپنے ایسے کسی دوسرے انسان کا محتاج ہو۔ اس واسطے دولتمندوں کو حکم دیا دیکھو اگر زیادہ نہیں تو جمع شدہ روپے یا مال تجارت میں سے تھوڑی سی رقم ہر سال ایک معین حساب سے فقراء میں تقسیم کر دیا کرو ورنہ آخرت میں سخت عذاب سے دوچار ہونا پڑیگا۔ ارشاد ہوتا ہے:-

والذین یکنزون الذهب و الفضة ولا ینفقونها فی سبیل الله فبشرهم بعذاب الیم یوم یحمیٰ علیها فی نار جهنم فتکوی بها جباههم وجنوبهم وظهورهم هذا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون ○	جو لوگ سونا چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور اللہ کے نام پر خرچ نہیں کرتے انہیں سنا دو کہ ان کے لئے آخرت میں دردناک عذاب ہوگا۔ اس دن وہ سونا چاندی دوزخ کی آگ میں گرم کیا جائے گا اور پھر اس سے ان کے ماتھے ان کی کروٹیں اور ان کی پیٹھیں داغی جائینگی اور کہا جائے گا دیکھو۔ انہیں چیزوں کو تم اپنے لئے جمع کر کے رکھا کرتے تھے۔ اب ان کا مزا چکھو۔

اس آیت شریف کا نازل ہونا تھا کہ دولتمندوں کے حواس باختہ ہو گئے۔ جو لوگ دائرہ اسلام سے باہر تھے ان کا تو خیر پوچھنا ہی کیا۔ یہاں تو وہ لوگ جو حلقہ بگوش اسلام ہو چکے تھے۔ ان میں بھی چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ سب حیران تھے کہ کیا کریں۔ کسی کو جرأت نہ تھی کہ رسالتمآب سے آکر کچھ عرض کرے۔ بالآخر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حوصلہ کیا اور کہا لو میں رسولِ خدا سے عرض کرتا ہوں، ابھی مسئلہ حل ہوا جاتا ہے چنانچہ آپ دربارِ رسالت میں حاضر ہو کر یوں عرض پرداز ہوئے،

حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی۔ میرے آقا! اس آیت شریفہ پر عمل کرنا آپ کے صحابہ کے لئے سخت مشکل ہے۔ وہ حیران ہیں کہ کیا کیا جائے۔ یہ حکم ہمارے لئے بالکل ناقابلِ عمل ہے۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم۔ اے عمر گھبراؤ نہیں۔ کھانے پینے کے بعد تمہاری آمدنی میں سے جو کچھ بچ رہے اس میں اللہ کے نام پر اگر ایک قلیل سی رقم دیدو گے تو تمہارا مال پاک ہو جائے گا۔ نقصانات و حوادثات کی زد سے بچا رہے گا۔ زکواۃ فرض کرنے میں اللہ کی کئی حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ ورثا کا حق صرف اس چیز پر ہے جو زکواۃ دینے کے بعد بچے۔ سونے چاندی کے خزانے جمع کر کے کیا لو گے۔ بہترین خزانہ جو ایک انسان جمع کر سکتا ہے یہ ہے کہ اسے ایک ایسی صالح بیوی حاصل ہو کہ جب اسکی طرف نظر کرے تو جی خوش ہو۔ جب اسکو حکم دے تو وہ تعمیل کرے۔ اور جب خاوند آنکھوں سے غائب ہو تو وہ باعصمت رہے اور اس کے گھر کی حفاظت کرے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔ آپ کا ارشاد سر آنکھوں پر۔ واقعی زکواۃ میں بے شمار فائدے ہیں۔

یہ پہلا دن تھا کہ جب دنیا سے جور و ظلم اور امیری اور غریبی کا سوال ہمیشہ کے لئے اُٹھ گیا۔ ایکطرف تو یہ حالت تھی کہ اعراب

میں جسے دیکھو سوائے چند ایک ہستیوں کے جو انگلیوں پر شمار کی جا سکتی تھی سب غریب تھے اور انتہائی غریب۔ مسلمان زکوٰۃ ادا کرنے لگے تو پہلے سال ہر شخص مستحق نظر آتا تھا۔ مگر چند ہی سالوں میں یہ حالت ہو گئی کہ جسے دیکھو خود صاحب نصاب ہے۔ زکوٰۃ دینے والے صبح سے شام تک مستحقین کی تلاش میں مارے مارے پھرتے، مگر کوئی شخص ایسا نہ ملتا جو زکوٰۃ لینے کو تیار ہو چنانچہ بارہا صحابہؓ کرام کو اس امر کی شکایت کرنے کا موقع ملا کہ بتائیے اب کسے زکوٰۃ دیں۔ کوئی لیتا ہی نہیں۔ سب کہتے ہیں کہ ہم غنی ہیں۔

ادائے زکوٰۃ کی اہمیت حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ سونے کا ایک زیور پہن رکھا تھا۔ آپ نے پوچھا اے ام سلمہ اس زیور پر زکوٰۃ دے چکی ہو۔ آپ نے عرض کی، حضور نہیں اور پوچھا کہ کیا زیور پر بھی کنز (خزانہ) کا اطلاق ہوتا ہے اور اس پر وہی وعید ہے (جو سونے چاندی کے خزانہ جمع کرنے پر ہے) ارشاد ہوا ہاں! اگر زکوٰۃ ادا کر دو تو پھر اس کا پہننا اور رکھنا جائز ہے (ابوداؤد۔ دارقطنی)

اسماؓ بنت یزید رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، ان کے ساتھ ان کی بیٹی تھی جسکے ہاتھ میں دو کڑے تھے۔ حضور نے پوچھا کہ تم اسکی زکوٰۃ دیا کرتی ہو۔ اس نے عرض کی حضور نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ کیا تم اس بات کو پسند کرتی ہو کہ قیامت کے دن خدا تعالیٰ تمہیں ان کے عوض آگ کے کڑے پہنائے یہ اس بات سے اس قدر خوف زدہ ہوئیں کہ کڑے فوراً اتار کر پھینک دئیے (نسائی)

حضرت علقمہ سے روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم زکوٰۃ ادا کرتے ہو اور تمہارے پاس اسقدر دولت کے خزانے ہوں، تمہیں زمین کے اندر دفن کرنے کی ضرورت پیش ہو تو بھی وہ خزانے تمہارے لئے موجب عذاب نہیں ہونگے۔ اگر زکوٰۃ ادا نہیں کرتے تو تھوڑی دولت بھی تمہارے لئے آگ کا ایندھن ہوگی۔ (طبرانی)

مسلمانوں پر زکوٰۃ کیوں فرض کی گئی

اللہ عزوجل نے ہر اس سعادتمند انسان پر جو کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ پڑھتا ہو، ہر سال اپنے مال پر زکوٰۃ کا ادا کرنا فرض کر دیا ہے، اور اسے اسقدر ضروری قرار دیا ہے کہ اگر ارکان اسلام میں سے صرف زکوٰۃ ادا نہ کی جائے اور باقی تمام ارکان پر عمل ہو تو بھی انسان مسلمان نہیں۔ ایسا مسلمان جو فرضیت زکوٰۃ کا منکر ہو کافر قرار دیا گیا اور واجب القتل ٹھہرایا گیا۔ منکرین زکوٰۃ سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کا جہاد کرنا سب کو معلوم ہے، اور قرآن کریم کا یہ کہنا کہ جو لوگ زکوٰۃ ادا نہ کرینگے انکی دولت ہی سے ان کی پیشانیاں کروٹیں اور پیٹھیں داغی جائینگی، کوئی تھوڑی سی بات نہیں۔ آؤ ہم غور کریں کہ اس معاملہ میں اتنی سختی کیوں قرار دی گئی۔ اسقدر تو ہر شخص جانتا ہے کہ خداوند کریم کا کوئی حکم عبث نہیں اور اسلام کا کوئی قانون غیر ضروری نہیں۔

اسلام سے پہلے جو دنیا کی حالت تھی اسکا ایک چھوٹا سا خاکہ دیباچہ میں دکھایا جا چکا ہے۔ مختصر یہ کہ انسان خواہ

انسان کے لئے سخت مصیبت کا باعث تھا۔ خداوند تعالیٰ اپنے بندوں کو ایسی ذلیل وخوار حالت میں نہیں دیکھنا چاہتا۔ اسکا منشا ہے کہ تمام بنی آدم تھوڑے سے تفاوت کے ساتھ تقریبًا ایک جیسے ہوں۔ ان میں کامل مساوات ہو۔ وہ پورے طور پر آزاد ہوں۔ کوئی انسان دوسرے انسان کو غلام بنا کر نہ رکھے۔ اس سے جانوروں کا کام نہ لے۔ وہ بیفکری سے عبادتِ الٰہی کر سکیں۔ خوش اسلوبی سے زندگی گذار سکیں اور رفتہ رفتہ زندگی کے دن کاٹ کر خوشی خوشی پیدا کرنے والے کے پاس لوٹیں۔

پس زکوٰۃ کے فرض کرنے میں صرف یہ حکمت تھی کہ دولتمندوں کی دولت و امداد سے نادار و مفلس لوگ فائدہ اٹھا کر اپنے پاؤں پر خود کھڑے ہوں۔ دولتمند اپنے غریب بھائیوں کو شرمناک اور ذلت آمیز زندگی کے چکر سے نکال کر انہیں ایسی باوقار زندگی گذارنے کے قابل بنا دیں۔ ان سے ایسا پیار و محبت کریں جیسا ایک شفیق باپ اپنے بیٹے سے کرتا ہے۔ یا جیسے ایک بڑا بھائی، مشفقانہ نظر سے اپنے چھوٹے بھائی کو دیکھتا ہے۔ سب لوگ ایک دوسرے کی عزت کریں۔ بھوکے کو کھانا کھلائیں، پیاسے کو پانی پلائیں، غلام کو آزاد کرائیں، مسافر کو زادِ راہ دیں۔ دین کے راستہ کی طرف بلانے والے یا دین کی حفاظت کرنے والے سپاہیوں کی ضروریاتِ زندگی کو پورا کریں۔ اور انہیں سامانِ حرب بہم پہنچائیں، مقروضوں کا قرض ادا کریں۔ نادار و مفلس لوگوں کی امداد کر کے انہیں ہمیشہ کے لئے فقر کے ظالم پنجہ سے نجات دلائیں۔ انہیں باتوں کے پیشِ نظر زکوٰۃ فرض ہوئی۔ چنانچہ قرآن پاک کا ارشاد ہے:-

انما الصدقٰت للفقراء والمساکین والعاملین علیہا والمؤلفۃ قلوبہم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل فریضۃ من اللہ واللہ علیم حکیم۔

زکوٰۃ تو بس فقیروں کا حق ہے اور مسکینوں کا اور ان لوگوں کا جو وصول کرنے والے ہیں اور نومسلموں کا جن کے دل پرچانے کی ضرورت ہو، اور غلاموں کا جو آزاد ہونا چاہیں اور ان لوگوں کا جو کسی مصیبت میں پھنسکر مقروض ہو گئے ہوں اور جہاد کرنے والوں کا اور روزی کی تلاش میں سفر کرنے والے مسافروں کا۔ اللہ نے یہ تم پر فرض کیا ہے اور اللہ کو ہر بات کا علم ہے اور اسکا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔

اسلام کے کسی کام میں ذاتی غرض کو دخل نہیں ہے، روپیہ پیسہ کا معاملہ بہت نازک ہوتا ہے اور سب ذاتی غرضیں اسی سے وابستہ ہوتی ہیں، بے ایمانی غداری جھوٹ دغابازی اور فریبکاری محض روپیہ حاصل کرنے کے لئے کیجاتی ہیں مگر دیکھو اسلام کسی کی ذاتی اغراض کو ملحوظ خاطر نہیں رکھتا۔ وہ چاہتا ہے کہ سب لوگ خوشحال ہوں اور مطمئن۔

زکوٰۃ فرض ہوئی تو آیت مندرجۂ بالا کی تشریح میں حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زکوٰۃ صرف اُن لوگوں سے لی جائیگی، جو امیر ہوں اور غریبوں کو دیجائیگی۔ اور فرمایا کہ لوگو مظلوموں کی آہ سے ڈرو۔ جب اُن کے دل سے بد دعا نکلتی ہے تو فورًا مقبول ہوتی ہے۔ ہر شخص جسے خدائے کریم نے فہم و ادراک عطا کر رکھا ہے سمجھ سکتا ہے۔ کہ ان الفاظ کے ارشاد کرنے سے حضور پرنور کا کیا مطلب تھا۔ صرف یہی کہ وہ اس زہرہ گداز منظر کو ہرگز ہرگز دیکھ نہ سکتے تھے کہ ایک آدمی کے پاس تو اپنی تمام ضروریات پورا ہو چکنے کے بعد دولت کے انبار لگے ہوں وہ عیش و عشرت بھی کرے۔ سونے چاندی کے خزانے بھی جمع کر لے۔

مہدویہ کانفرنس کے متعلق دو آدمی کا مکالمہ

(ناظرین اس مکالے کو پڑھکر ضرور لطف اندوز ہوں گے)

زعیم الدین ۔ جناب فہیم الدین صاحب! میں سنتا ہوں کہ آپ کی کانفرنس ایک عرصے کے بعد پھر کلبلانے لگی ہے۔

فہیم الدین ۔ "آپ کی کانفرنس" اور "کلبلانے لگی ہے" یہ آپکے کتنے انوکھے اور قابلِ غور جملے ہیں!!

زعیم الدین ۔ اجی الفاظ کے جھگڑے کو چھوڑیئے۔ نفسِ مطلب پر گفتگو کیجئے!

فہیم الدین ۔ جناب معاف فرمائیے! الفاظ ہی سے تو معانی نکلتے ہیں یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ زبان سے تو الفاظ ناموزوں نکالیں اور مخاطب کو بتلائیں کہ ان کا مفہوم اچھا ہے" کیا آپکے پاس اچھے مفہوم کو ادا کرنے کیلئے اچھے الفاظ نہیں ہیں؟

زعیم الدین ۔ مہربان! آپ تو مناظرے ہی کیلئے ڈٹ گئے۔ اس لفظی بحث کو ختم کرکے بتائیے کہ کیا اب کے پھر کانفرنس ہوگی؟

فہیم الدین ۔ جی ہاں! میں بھی سنتا ہوں کہ ہوگی۔

زعیم الدین ۔ یہ کانفرنس ہے کیا بلا؟

فہیم الدین ۔ بندہ پرور! اگر سنجیدگی سے کسی مسئلہ پر آپ بحث کرنا چاہتے ہیں تو بسم اللہ بندہ حاضر ہے۔ اور اگر آپ تند و تیز کڑوے کسیلے ناہموار الفاظ استعمال فرمائینگے تو بندہ معافی چاہتا ہے۔ کیوں خواہ مخواہ اچھی طبیعتوں کو مکدر بنالیا جائے۔

زعیم الدین ۔ آپ تو ہر لفظ پر چراغ پا ہو رہے ہیں تو خیر ہے!

فہیم الدین ۔ آپکے الفاظ ہی کچھ ایسے ہیں کہ ان سے خون میں احتراق پیدا ہونے لگتا ہے۔

زعیم الدین ۔ خیر جانے دیجئے! کیا آپ بتلا سکتے ہیں کہ کانفرنس کا لفظ قرآن یا حدیث یا نقلیات میں ہے۔

فہیم الدین ۔ چہ خوش میاں۔ یہ لفظ انگریزی ہے۔ قرآن و حدیث یا نقلیات میں آپ کو کس طرح ملیگا؟

زعیم الدین ۔ تو پھر کہئے کہ یہ بدعتی چیز ہے اور حضرت امامنا علیہ السلام نے رسم و بدعت و عادت کو مذموم فرمایا ہے۔

فہیم الدین ۔ چیز بدعتی نہیں ہے۔ نام اگرچہ کہ دوسری زبان کا ہو مگر اس کا معنیٰ اچھا ہے۔ مشاورت کی مجلس۔ ایک قوم کے افراد کا اجتماع۔ کسی مسئلہ کے حل و عقد کیلئے جماعتِ شوریٰ کا اجلاس۔ گو اختلاف زبان کی وجہ الفاظ جداگانہ ہیں۔ مگر مفہوم و معنیٰ سب کا ایک۔ آپ کی زبان پر جو سینکڑوں الفاظ انگریزی چڑھے ہوئے ہیں جنابکے فتوے کے موجب سب بدعتی ہیں ان کو چھوڑ دینا چاہیئے۔ آپ ہمیشہ۔ اسٹیشن۔ ریل ٹیلیگرام۔ پوسٹ آفس۔ تھرمامیٹر۔ الیکٹرک۔ موٹر کار۔ پروگرام انکشن۔ سوٹر۔ لمنیڈ۔ سوڈا۔ فونٹین پن وغیرہ وغیرہ الفاظ استعمال فرماتے ہیں تو روزانہ آپ سے کتنی بدعتوں کا ارتکاب ہوا کرتا ہے۔ ان کا استعمال تو جائز اور لفظ کانفرنس جو انگریزی ہونے کے باوجود اردو میں گھُل مل گیا ہے۔ اور خواص و عام پڑھے لکھے ان پڑھ سبھی اسکو بولتے اور اس کے مفہوم کو بغیر سمجھانے کے بخوبی سمجھتے ہیں۔ تو بھلا کس طرح یہ لفظ قابلِ نفرت و عین بدعت خیال کیا جا سکتا ہے؟

بھائی صاحب اس تنگ نظری کو چھوڑیئے اور وسیع نظری سے کام لیجئے۔ آپ ماشاء اللہ پڑھے لکھے ہیں اور مجھ سے زیادہ معلومات رکھتے ہیں۔ آپکو معلوم ہے کہ قرآنِ مقدس میں اللہ جلّ شانہٗ نے اپنے حبیب پاک خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کرکے ارشاد فرماتا ہے "وشاورھم فی الامر" یعنے تم صحابہ سے معاملہ میں مشورہ کرو۔ باوجود آپ عقلِ کل انسانِ کامل ہونیکے بحکم خدا اصحاب سے اکثر امور میں مشاورت فرماتے تھے اور ہمارے امام ہمام مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ " در بذل واتفاق نصرت دیدات " تو ہمارے لئے بھی ضروری ہے، کہ قوم و مذہب کی فلاح و بہبودی کے متعلق ایک جگہ جمع ہوکر متفقہ طور پر غور و خوض و باہم مشورہ کیا کریں۔

میرے مکرم دوست! فی الحقیقت اسلام کے بنیادی اکثر اصول اجتماع پر مبنی ہیں۔ حج۔ نماز پنجوقتہ باجماعت۔ جمعہ، عیدین کا اصلی مقصد یہی ہے نا! مذہبی زاویہ نگاہ کے علاوہ آپ جانتے ہی ہیں کہ فلسفۂ اجتماع عقلی طور پر کسقدر اہم اور پُراز حقائق ہے۔

ایک جگہ جب قوم کے مختلف مقامات۔ مختلف معلومات۔ مختلف خیالات مختلف اعمال واخلاق کے افراد جمع ہوتے ہیں۔ اور اپنے اپنے مفید آراء کا اظہار کرتے ہیں تو ایک دوسرے پر ان کا کتنا اثر ہوتا ہے۔ دل و دماغ میں کیسی کیسی امنگیں پیدا ہوتی ہیں اور ہر شخص سوچنے لگتا ہے کہ میں کون ہوں مجھ پر کیا کیا فرائض عائد ہوتے ہیں۔ اور اسوقت میں کونسی منزل میں کھڑا ہوا ہوں۔ آپ کو بارہا تجربہ ہوا ہوگا کہ فریضۂ نماز منفرد پڑھنے کی حالت میں مرحلِ قلبی کیفیت کیا ہوتی ہے۔ اور جماعت کثیر کے ساتھ ادا کرنے میں کیسا جوش اور مختلف وضاع واطوار مختلف طبقوں کے افراد کو اپنے ساتھ ایک ہی شغل میں کھڑا دیکھکر آپ کا قلب و دماغ کتنا اثر پذیر ہوتا ہوگا

اسکو جانے دیجئے! روزمرہ زندگی کے لوازمات و واقعات پر ہی نظر ڈالئے کہ ہم ایکدوسرے کو دیکھکر اور مختلف لوگوں کے اجتماعی کیفیات سے متاثر ہوکر کھانے پینے میں لباس میں بود و باش میں رہائش میں غرضیکہ معاشرت کے ہر شعبہ میں کیسی کیسی مفید و غیر مفید تبدیلیاں کرلیتے ہیں —— تو ان مثالوں سے میرا مطلب یہ ہے کہ انسان پر جب غیار و بیگانوں کے حالات و واقعات اثر انداز ہوجاتے ہیں تو پھر کیونکر افرادِ قوم اپنی قوم اپنے مذہب کے متعدد اصحابِ علم و اہلِ دانش و بینش کے مذہبی۔ قومی، اخلاقی اعمال و اقوال و خیالات سے متاثر نہونگے۔ ضرور ہونگے اور قدرتی طور پر ہونگے

زعیم الدین۔ بھئی فہیم الدین!! تم اپنے مطلب کی بات کو کن کن پہلوؤں سے ثابت کرتے ہو۔ —— تم اگر علمِ منطق نہ پڑھتے تو آج ہرگز مجھسے بازی لیجاسکتے! فہیم الدین۔ بھائی صاحب! اس میں منطق و فلسفہ کیا ہے۔ سیدھی سادھی باتوں میں میں نے آپ سے کچھ عرض کیا۔

زعیم الدین۔ واہ بھئی واہ! اچھی تقریر کرتے ہو۔ اجی میں نے تو اچھوں اچھوں کا ناطقہ تنگ کردیا ہے۔ مگر بندہ آج تمہاری باتوں پر دھیان دیا اور میری پرانی کچھ غلط فہمیاں بھی دور ہوئیں۔ فہیم الدین۔ الحمد للہ آپ کی سخن فہمی کے کیا کہنے (دل میں حضرت لاجواب ہوکر باتیں بنا رہے ہیں)

زعیم الدین۔ اجی یہ تو بتاؤ کہ ہر اجلاس میں کتنے کتنے رزولیوشن پاس ہوتے ہیں (بیچ میں ٹوک کر فہیم الدین نے کہا) بھائی صاحب دیکھئے ابھی ابھی آپنے دو انگریزی لفظ ایک رزولیوشن دوسرا پاس کہدئے۔ حالانکہ ابتدا گفتگو میں آپ لفظِ کانفرنس پر بڑے برہم ہوئے تھے۔ آپنے اسوقت تحریک کے بجائے رزولیوشن اور منظور کے بجائے پاس کہدیا۔ میاں جادو وہی جو سر پر چڑھکے بولے

زعیم الدین۔ اجی تفنن کو چھوڑو۔ بھئی! میں کہہ رہا تھا کانفرنس میں منظور تو دنیا بھر کے مسائل کرلیتے ہیں مگر عمل چند پر ہوتا ہے۔

Rego NO M3805

اور اتنا روپیہ خرچ کرنے کے بعد اس قدر تھوڑا فائدہ کس کام کا

فہیم الدین ۔ بندہ پرور دنیا کی ہر کانفرنس میں بھی یہ ہوتا ہے۔ کچھ ہماری کانفرنس سے یہ بات مخصوص نہیں ہے۔ میں تو کہتا ہوں کہ مختلف مقامات کے لوگ ایک جگہ جمع ہو کر کچھ کہتے کچھ سنتے ہیں۔ تو برسوں یہ باتیں انسانی دماغوں میں گھومتی رہتی ہیں۔ ——— کبھی نہ کبھی عمل کی طرف ان کا قدم ضرور اٹھتا ہے۔ جب کسی چیز کا احساس ہی مر جاتا ہے تو کبھی عمل قدم نہیں اٹھتا چنانچہ ایک شاعر نے کیا اچھا کہا ہے ؎ مجھے یہ ڈر ہے دل زندہ تو نہ مر جائے کہ زندگی ہے عبارت تیرے ہی جینے سے ۔ بہر حال بھائی صاحب! تمام قوم کے ذی علم اور اصحاب الرائے حضرات کا ایک جگہ جمع ہونا۔ اکثروں کے خیالات پر بڑے حد اثر انداز ہوتا ہے۔ آپنے اندازہ ضرور لگایا ہوگا کہ گذشتہ اجلاس کانفرنس کی کتنی تحریکات قوم کے زیر عمل آئیں اور کتنے ایک حکومت پر موثر ثابت ہوئیں۔ الحاصل میاں اس دوسرے اجلاس کانفرنس کو سب کو متفقہ طور پر خوشی منانی چاہیئے۔ اور ہر ممکن طریقے سے کارکنان کانفرنس کا ہاتھ بٹانا چاہیئے۔ اسمیں شک نہیں کانفرنس کے لئے قوم کا روپیہ خرچ ہوتا ضرور ہے۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ تھوڑے سے مصارف میں کتنے مفید کام سرانجام پاتے ہیں۔ جناب عالی! افراد قوم کا روپیہ یوں بھی تو فضولیات و بیجا رسومات میں من مانے کتنا برباد جاتا ہے۔ جس کا خرچ کرنیوالوں کو ذرا بھی افسوس نہیں ہوتا اگر ان کا تھوڑا روپیہ قوم و مذہب کے مفید کاموں میں صرف ہوا تو کیوں افسوس ہونا چاہیئے۔ آپ پھر ایک بار فرمان امامنا علیہ السلام پر نظر ڈالئے۔ "در بذل و اتفاق نصرت دین است" جہاں اتفاق موجب نصرت دین ہے وہاں بذل و ایثار بھی دین کی مدد کا باعث ہو۔ آپ غور فرمائیے۔ لفظ بذل نقل شریف میں پہلے آیا ہے۔ **زعیم الدین** ۔ بھائی صاحب آپکا کہنا ٹھیک ہے مگر یہ زمانہ سبکے لئے پریشانی کا ہے۔ ایک طرف تو جنگوں کی ہولناکیاں اور دوسری طرف مالی و اقتصادی کساد بازاری کی دہشت ناکیاں ایسی ہیں کہ لوگ رات دن گوناگوں افکار کا شکار بنے ہوئے ہیں۔ ایسے نازک وقت میں کانفرنس کرنا کس طرح مناسب نہیں تھا۔ **فہیم الدین** ۔ میاں! دنیا کے سارے کاروبار حسب عادت چل رہے ہیں۔ ہماری شادیاں رکیں۔ نہ دوسرے مشاغل میں کمی آئی۔ ہمارے معاشرت کے بھی لوازمات برابر بغیر کسی کمی کے پورے ہورہے ہیں تو کیا معنی کہ ایک کانفرنس کے لئے ان عذرات کا مہیب مجسمہ سامنے کھڑا کر لیا جائے۔ کیا دوسری قوموں نے ان عذرات کی بنا پر اپنے سارے قومی و سیاسی ادارے بند کر دئے ہیں۔ ہرگز نہیں کبھی نہیں! پھر کیوں ہم پست ہمت پست خیال بن جائیں۔ خاصکر ایک مسلمان کو تو ہر مشکل ہر مصیبت میں مردانہ وار نہایت استقلال کے ساتھ قوم و مذہب کی خدمت کرنی چاہیئے۔ ہمیں تعلیم دیگئی ہے لاتھنوا ولاتحزنوا و انتم الاعلون ان کنتم مومنین۔ مسلمانو ہرگز پست ہمت اور غمگین مت ہو تم (ہر حالت میں) سربلند ہو۔ بشرطیکہ تم میں ایمان کی قوت ہو۔ بھائی صاحب آپ اخبار ضرور پڑھتے ہوں گے چند روز قبل مختلف اخباروں میں یہ خبریں متعدد بار آچکی ہیں کہ لندن پر دشمنوں کے جہاز نہایت ہولناک و دہشت ناک بم گرا رہے ہیں اور لندن کی مخلوق ہوٹلوں میں مزے سے چاء و کیک کھا رہی ہے۔ اور نہایت اطمینان سے کرکٹ و ٹینس کھیل رہی ہے۔ بات یہ ہے کہ عقلمند اور جری لوگ دنیا کی مصیبتوں کو خاطر میں نہیں لاتے اپنے کرنے کے سارے کام بغیر کسی خوف و ہراس کے کئے جاتے ہیں۔ **زعیم الدین** ۔ ایک بات میں آپ سے پوچھوں۔ یہ میرا ذاتی خیال نہیں ہے۔ بلکہ مختلف افراد قوم کے خیالات ہیں بات یہ ہے کہ لوگ کہتے ہیں: "ہمارے مذہب پر" اغیار" کانفرنس کے بعد حملے کرنے لگ گئے کانفرنس کے پہلے یہ بات نہیں تھی۔ اس کا آپ کیا جواب دیں گے؟

فہیم الدین ۔ مہربان! یہ خیال غلط ہے کہ کانفرنس کے بعد مذہب پر حملے شروع ہوگئے۔ یہ کھلی حقیقت ہے کہ جب سے مذہب کا وجود ہے اس وقت سے مخالفین کے حملے برابر جاری ہیں زمانہ صحابہ و تابعین و تبع تابعین اور بعد کے زمانوں کو یاد فرمایئے کہ مذہب پر کس کس قسم کے اور کتنے حملے ہوتے آئے۔ یہ کتنی صاف بات ہے کہ ہر مذہب پر اس کے پیدا ہوتے ہی مخالفانہ حملے شروع ہو جاتے ہیں۔ اور مخالفت کے بعد اہل مذہب کو مذہب کی سچائی کا ثبوت مختلف دلائل سے دینے کی ضرورت پڑتی ہے اور اس ضمن میں مذہب نشر و اشاعت بھی پاتا جاتا ہے۔ یہ بھی آپ جانتے ہیں کہ جہاں کانفرنس کے بعد مذہب پر حملے ہوئے۔ ان کے جوابات میں بھی کئی مدلل و مبرہن لاجواب کتابیں لکھی گئی ہیں۔ جن کے پڑھنے سے مہدویوں کو بھی کسقدر فائدہ پہنچ رہا ہے۔ الحاصل گذشتہ کانفرنس کی وجہ مذہب کی تبلیغ بھی خاصی ہوئی متعدد۔ انگریزی۔ اردو۔ کنڑی اخباروں اور رسالوں میں مہدویہ کانفرنس کا ذکر بار بار آیا اور ہندوستان کے طول و عرض میں خوب خوب اس کے متعلق چرچے ہوئے ایسی حالت میں اہل حسد نے اعتراضات بھی کئے۔ کیا مذہب پر صرف اعتراض کر دینے سے اس کی حقانیت و صداقت میں کچھ کمی آجاتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ اور کیوں جانیے۔ اسلام کو ہی دیکھئے۔ کتنے لوگ شروع سے تا حال کیسے کیسے اعتراضات کئے۔ اور کر رہے ہیں۔ ابھی اس سے اور آگے بڑھئے لوگ خدا کے منکر ابتدائے آفرینش سے کتنے رہے اور اس وقت کتنے موجود ہیں!!

(باقی دارد)

یہ رسالہ بنگلور ریکھکر ٹرک قومی پریس میں طبع کروا کر سید زین العابدین تقدیر نے دفتر رسالہ زبدۃ الملک چن پٹن سے شائع کیا۔